اقوال زریں

- اگر آپ کا اللہ پاک کے ساتھ تعلق ٹھیک نہیں ہے تو کوئی انسانی تعلق آپ کا خالی پن دور نہیں کرسکتا۔
- اگر دوسروں کو سمجھانا مشکل ہوجائے تو خود کو سمجھا لینا بہتر ہے۔
- اگر کوئی غبار ہ آپ کے منھ پر ہی پھٹ جائے تو غصہ کس بات کا؟ آپ نے ہی اس میں اتنی ہوا بھری اور اسے اس کے حجم سے زیادہ کردیا، بالکل یہی معاملہ کچھ لوگوں کا ہے جب آپ ان کے وجود سے بڑھ کر ان سے سلوک کرتے ہیں، ان کے قد سے بڑھ کے عطا کریں اور جس کے وجہ اہل نہیں وہ احسان ان پر کریں تو وہ ایک دن آپ کے منھ پر ہی پھٹ پڑیں گے۔

کوئلہ بحران کا فوری حل تلاش کرنا بہت ضروری

حالات بگڑنے سے قبل بجلی کے مسئلہ کیلئے واضح حکمت عملی بنانی ہوگی

مدن سبنویس

آج کوئلہ بحران معیشت کے لیے بڑی تشویش کا موضوع ہے۔ اس مسئلہ کی تین جہتیں ہیں۔ پہلی بجلی کی پیداوار کے لیے کوئلہ کی، جو صنعتی پیداوار میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ یہ ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب محسوس ہو رہا ہے کہ صنعتیں پھر بڑھ رہی ہیں، جیسا کہ آٹو کے آئی آئی پی (انڈیکس آف انڈسٹریل گروتھ یعنی انڈسٹریل ڈیولپمنٹ انڈیکس) کے اعداد و شمار میں نظر آرہا ہے۔ تہواری موسم پہلے ہی شروع ہو چکا ہے، جس کا مطلب ہے کہ لیے وقت تک بجلی جانے میں ایسے وقت میں پیداوار کم ہوگی، جب ڈیمانڈ میں اضافہ ہو رہا ہوگا۔

دوسری، اس ماہ کے آخر تک خریف کی فصل کی کٹائی ختم ہوگی اور ربیع کی بوائی شروع ہوجائے گی، یعنی کسانوں کو آبپاشی کے لیے بجلی کی ضرورت ہوگی۔ تب حکومتوں کو ترجیحات طے کرنی ہوں گی کہ کس سیکٹر کو بجلی ملنی چاہیے۔ گندم ربیع کی اہم فصل ہے، جس پر نظر رکھنی ہوگی۔ کسان تحریک نے پہلے ہی پنجاب کو متاثر کیا ہے اور یہ مدت اہم ہے۔

تیسری، گھروں کی صورت حال ہے۔ کچھ ریاستوں نے ڈیمانڈ اور سپلائی کا توازن قائم رکھنے کے لیے تھوڑی بہت لوڈ شیڈنگ شروع کی ہے۔ یعنی بجلی کٹوتی گھروں کو متاثر کرے گی، جسے آج شاید اضافہ کے لیے بڑا مسئلہ نہ سمجھا جائے، حالاں کہ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ لیکن اگر اس کٹوتی میں اضافہ ہوا تو اس کا پروڈکٹیویٹی پر اثر ہوگا کیوں کہ آج بھی ادارے ظلم و رجمل اپنا ہے میں، جہاں کچھ ہو کر کس گھر سے کام کر رہے ہیں۔ بجلی نہ ہونے پر کا ہستا تر ہوگا۔

اس کمی کا سبب بالکل سیدھا ہے۔ مانسون کے فوراً بعد کوئلہ کی ڈیمانڈ اور سپلائی میں فرق رہا ہے۔ عام طور پر مانسون کے دوران کانکنی کم ہوتی ہے کیوں کہ اس دوران کھدائی، نقل و حمل اور کوئلہ کو اسٹور کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مانسون کے بعد ہمیشہ اکتوبر میں دباؤ رہتا ہے کیوں کہ کانکنی میں اضافہ کرنا ہوتا ہے اور اس لیے بجلی کمپنیاں 30-20 دنوں کا کوئلہ جمع رکھتی ہیں۔ خبروں کے مطابق کئی پلانٹس میں کچھ دنوں کا ہی اسٹاک بچا ہے۔

حساب میں گڑبڑی خاص طور پر اس لیے ہوئی کیوں کہ مانسون لمبا چلا۔ اس لیے کول انڈیا نے کانکنی ٹال دی اور صرف بنیادی مقدار میں ہی کانکنی ہوئی۔ ساتھ ہی پاور پلانٹ اسٹاک میں دستیاب کوئلہ استعمال کرتے رہے۔ چوں کہ معیشت نے واپسی کی، جس سے بجلی کی ڈیمانڈ میں کافی اضافہ ہوا اور مسئلہ بڑھتا گیا۔ انٹیگریٹڈ پر قیمتیں 20 روپے فی یونٹ سے بھی اوپر چلی گئیں، جس سے کمپنیوں کو نقصان ہو رہا ہے۔

حکومت نے یقینی دہانی کرائی ہے کہ پیداوار سب سے اعلیٰ سطح پر ہے۔ لیکن اس سے صرف

تجزیہ

روزمرہ کی سپلائی ہوتی ہے اور اس میں کوئی بھی خلل پڑنے سے بجلی کی کمی ہوگی۔ یہ مشکل سے گزارا ہونے والی صورت حال ہوگی، جب تک کہ اسٹاک پھر سے نہیں بن جاتا۔ اسٹاک بڑھانے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے بجلی کمپنیوں کو کوئلہ درآمد کرنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان نے 7 تم زنجیر پالیسی اور ری نیوایبل انرجی سورسز (renewable energy sources) (ری نیو ایبلس) میں اضافہ کی کوششوں کے تحت کوئلہ کی درآمد میں مسلسل کٹوتی کی ہے۔ اب کوئلہ کا مسئلہ عالمی ہوگیا ہے اور قیمتیں بھی بڑھ رہی ہیں۔

عالمی سطح پر چین کوئلہ کا سب سے بڑا پروڈیوسر اور کنزیومر ہے۔ چین ونٹر اولمپکس کے لیے کوئلہ بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ساتھ ہی چین سبز معیشت بننے کے لیے کوئلہ کی کانکنی کو کم کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ آسٹریلیا کے ساتھ سیاسی اینٹھن بھی درآمد میں آڑے آرہے ہیں۔ چین بھی کمی سے جدوجہد کر رہا ہے اور حکومت نے بجلی دینے میں گھروں کی جگہ صنعتوں کو ترجیح دینے کے لیے کہا ہے۔

عالمی معیشت کی تیز ریکوری کے ساتھ بجلی اور کوئلہ کی ڈیمانڈ میں اضافہ ہوا ہے۔ کوئلہ جیسے روایتی توانائی کے ذرائع کا متبادل بننے میں ری نیو ایبلس کی ابھی محدود صلاحیت ہے۔ اس سے کوئلہ کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔ اگر ہندوستان کوئلہ کی درآمد میں اضافہ کرتا ہے تو قیمت مزید بڑھے گی۔ انیکٹرک سیکٹر اب بھی نیرف میں تبدیلیوں سے نبرد آزما ہے اور قیمت بڑھنے کے ساتھ لگے رہنا مشکل ہوگا۔

یہاں حل یہ ہے کہ کوئلہ درآمد کر کے سپلائی یقینی بنائی جائے۔ ہمیں بجلی کو ویریبل ٹیرف (variable tariff) پر بھی لانا ہوگا، جہاں صارفین زیادہ قیمت کی ادائیگی کریں، جیسے وہ پٹرول۔ ڈیزل کے لیے کرتے ہیں۔ یہ ہندوستان میں مشکل ہے کیوں کہ بجلی سیاسی ایشو ہے اور کوئی بھی ریاستی حکومت قیمت میں اضافہ کرنا نہیں چاہے گی کیوں کہ اس سے ووٹنگ پیٹرن پر اثر ہوگا۔ مرکز نے بجلی پیدا کرنے والوں کو پھر سے اسٹاک بننے تک ضرورت پوری کرنے کے لیے 10% درآمد کرنے کی صلاح دی ہے۔ یہ بھی ہوگا جب وہ لاگت کا کچھ بوجھ پاور ڈسٹریبیوشن پیٹرن پر ڈال پائیں گے جو فی الحال نقصان میں ہیں اور بجلی پیدا کرنے والی کمپنیوں کو وقت پر ادائیگی نہیں کر پا رہی ہیں۔

جو بھی ہو، اس سے قبل کہ صورت حال بے قابو ہوجائے، ہندوستان کو حل تلاش کرنا ہوگا۔ ابھی سمجھا جا رہا ہے کہ مسئلہ عارضی ہے۔ مسئلہ دوبارہ نہ آئے، اس کے لیے واضح حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ ہمیں ری نیو ایبلس کے ذریعہ بجلی کی پیداوار میں اضافہ کرنا ضروری ہے جو فی الحال مہنگا ہے۔ حالاں کہ لاگت آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے۔ اس میں پروڈکشن لنکڈ انسنٹو (پیداوار سے جڑا انسینٹو) مدد کرسکتے ہیں، نہ صرف سولر پینل کی پیداوار بڑھانے میں، بلکہ لاگت کم کرنے میں بھی۔ ایسا درمیانی مدت کا منصوبہ (medium term plan) ہونا ضروری ہے۔

(مضمون نگار کیئر ریٹنگس میں چیف اکنامسٹ ہیں)

(بشکریہ: ہینک بھاسکر)

> **جو بھی ہو، اس سے قبل کہ صورت حال بے قابو ہو جائے، ہندوستان کو حل تلاش کرنا ہوگا۔ ابھی سمجھا جا رہا ہے کہ مسئلہ عارضی ہے۔ مسئلہ دوبارہ نہ آئے، اس کے لیے واضح حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ ہمیں ری نیو ایبلس کے ذریعہ بجلی کی پیداوار میں اضافہ کرنا ضروری ہے جو فی الحال مہنگا ہے۔**

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI

یوپی الیکشن میں خاتون کارڈ

ملک کی سب سے بڑی اور حساس ریاست اتر پردیش میں اسمبلی انتخابات 4 ماہ بعد اگلے سال فروری یا مارچ میں ہوسکتے ہیں، اس کے لیے الیکشن کمیشن اپنے طور پر تیاری کر رہا ہے اور سیاسی پارٹیاں الگ تیاری کر رہی ہیں۔ کس پارٹی سے کون الیکشن لڑے گا ایک دو ماہ بعد تصویر صاف ہونے لگے گی۔ اس کے بعد ہر پارٹی کا انتخابی منشور بھی جاری ہوگا۔ اس دوران کانگریس نے زبردست پہل کی ہے۔ جہاں انتخابی امور کے سربراہ پی ایل پونیا نے کہا ہے کہ اتر پردیش میں پارٹی کا چہرہ پرینکا گاندھی ہوں گی یعنی ان کے نام پر ووٹ مانگا جائے گا، وہ خواتین لڑیں گی یا نہیں یا وزارت اعلیٰ کا امیدوار کون ہوگا، اس بابت وہ ابھی خاموش رہے تاہم پی ایل پونیا نے پارٹی کا چہرہ بتایا اور چہرے نے پارٹی کا نعرہ اور کارنامہ بتا دیا۔ اس طرح کانگریس کی انتخابی حکمت عملی کی تصویر بہت حد تک واضح ہوگئی۔ پرینکا گاندھی نے جو نعرہ دیا اور اعلان کیا، وہ کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ آگے کیا ہوگا ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن فی الحال کانگریس کی پوری انتخابی حکمت عملی اسی کے اردگرد گھومتی نظر آرہی ہے۔

پرینکا کی پریس کانفرنس کا نچوڑ یہی ہے کہ پارٹی الیکشن میں خواتین کی سیاست کریں گی۔ پریس کانفرنس میں جو نعرہ دیا گیا، وہ بھی خواتین سے متعلق ہے کہ ’لڑکی ہوں لڑ سکتی ہوں‘ اور ٹکٹوں کی تقسیم کے سلسلہ میں بھی کہا گیا کہ 40 فیصد ٹکٹ خواتین کے لیے مخصوص ہوں گے۔ لگتا ہے کہ کانگریس کا پورا کیم پان خواتین پر مرکوز ہے اور پارٹی نے بہت سوچ سمجھ کر یہ داؤ چلا ہے۔ ایک ایسی ریاست میں جہاں ذات پات ہی نہیں مذہب کی سیاست خوب ہوتی ہے اور ہر پارٹی اپنی پوری توانائی اسی میں صرف کرتی ہو۔ ٹکٹوں کی تقسیم سے لے کر انتخابی مہم اور لیڈروں کی ریلی و تقریر تک میں ذات پات، مذہب اور ووٹ بینک پر توجہ دی جاتی ہے، وہاں کانگریس نے لیک سے ہٹ کر 50 فیصد رائے دہندگان کو ووٹ بینک بنانے اور خواتین ریزرویشن کے معاملہ کو پھر سے اچھالنے کا دور رس فیصلہ کیا ہے۔ ایسا کر کے پارٹی نے تمام سیاسی پارٹیوں کے سامنے پریشانی کھڑی تو کردی لیکن سوال یہ ہے کہ کیا فیصلہ کے دور رس اثرات انتخابات اور نتائج پر ظاہر ہوں گے؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ 40 فیصد ٹکٹ خواتین کو دینے کا فیصلہ اور نعرہ بہت اہم اور اچھا ہے لیکن صرف ان ہی کے بھروسے الیکشن نہیں جیتا جاسکتا۔ وہ بھی اس وقت جب ریاست میں پارٹی کی صرف 2 خاتون ممبران اسمبلی ہوں۔ ماضی کے ریکارڈ اور اعداد و شمار کو دیکھا جائے تو پارٹی کے لیے امید کم اور چیلنجز زیادہ نظر آرہے ہیں۔ ماضی کے اسمبلی انتخابات میں ہر پارٹی نے اوسطاً 8 فیصد ٹکٹ خواتین کو دیے اور ان میں بھی بہت کم کو کامیابی ملی۔ اگر 2017 کے اسمبلی انتخابات کی بات کریں تو پوری ریاست میں 445 خواتین امیدوار مقابلہ میں تھیں لیکن ان میں سے صرف 40 کامیاب ہوسکیں، ان میں بھی 34 کی جیت پکی ہی تھی۔ 2012 میں تو صرف 36 خواتین ہی کامیاب ہوئی تھیں۔ جب 403 رکنی اسمبلی میں مجموعی طور پر خواتین کی نمائندگی 33 فیصد تک بھی نہیں پہنچ پاتی ہے، جتنی ریزرویشن دینے کی مانگ کی جاتی ہے۔ ایسے میں کانگریس کی 40 فیصد ٹکٹ خواتین کو دینا اور ان سے امیدواری کے لیے درخواست دینے کی اپیل کرنا خود پارٹی کے لیے بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ریاستی سیاست میں ایک تو پارٹی دہائیوں سے حاشیہ پر ہے، دوسرے اس کے پاس خواتین میں بڑے چہرے کا فقدان ہے۔ پرینکا گاندھی کو کھلے بھی پارٹی کا چہرہ بنا کر پیش کر دیا گیا ہے لیکن دوسرے خواتین چہرے پارٹی کہاں سے لائے گی۔ پھر خواتین امیدواروں کے انتخاب اور ان کو ٹکٹ دینے کی کسوٹی کیا ہوگی؟ کیا موجودہ مرد چہروں کی بیویوں کو پارٹی آزمائے گی؟ یا نئی خواتین کو میدان میں اتارے گی؟ جب فیصلے اور نعرے کو زمین پر اتارنا پارٹی کے لیے خود بہت بڑا چیلنج ہوگا تو وہ دوسروں کے لیے کیا چیلنجز پیش کرسکے گی تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مذکورہ فیصلے اور نعرے سے دوسری پارٹیوں کے سامنے مشکلات کھڑی ہوں گی اور اس سے خواتین کی سیاست ایک بار پھر زور پکڑے گی۔

edit2sahara@gmail.com

سیرت پاکؐ بہترین نمونۂ حیات

کلیم الحفیظ

اسلام دین حق بھی ہے اور مکمل دین بھی ہے، مکمل اس معنی میں بھی کہ اس میں زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے ہدایات موجود ہیں اور اس معنی میں بھی کہ ہر زمانے، ہر خطے اور ہر شخص کے لیے ہدایات ہیں۔ اسلام کی یہی خوبی اسے دوسرے موجودہ ادیان و مذاہب سے جدا کرتی ہے۔ اسی طرح حضرت محمدؐ کی حیات مبارکہ سارے ہی انسانوں کے لیے نمونہ و مسلک بن کر رہ گیا، اس کی عالمگیر اور ہمہ گیر حیثیت تقریباً ختم ہوگئی۔ سنتوں کے نام پر بھی داڑھی، ٹوپی، پاجامے کی پیائش اور نماز و وضو کی سنتیں یاد رہیں اور آپ کی بعثت کا وہ مقصد عظیم کہیں گم ہوگیا جو ایک سیاسی انقلاب کی شکل میں آپؐ نے حاصل کیا۔

آپؐ نے محض 23 سال کی مدت میں عرب میں ایک سیاسی انقلاب برپا کیا۔ غیر منظم قبائل کو یکجا کر کے ایک خلافت تشکیل دی، ایک جھنڈے کے نیچے سب کو جمع کر کے ایک اخلاقی نظام کا پابند بنایا۔ یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جو انبیاء میں بھی صرف آپؐ کا امتیاز ہے۔ خلافت دوسرے انبیاء نے بھی قائم و حاصل کی لیکن حضرت محمدؐ کے جن حالات میں اور جن لوگوں میں کی، وہ مختلف ہے۔ حضرت سلیمانؑ کو اللہ نے بادشاہ بنایا، بنی اسرائیل کے بیشتر انبیاء بادشاہ تھے، حضرت یوسفؑ کو قائم شدہ حکومت میں اختیارات حاصل ہوئے لیکن حضرت محمد مصطفیٰؐ نے عرب کے ان بدوؤں کو نظم و قانون کا پابند کیا جن کی فطرت ہی لڑنا اور جھگڑنا تھی، جو ذرا ذرا سی بات پر تلواریں سونت لیتے اور پھر ان کی شمشیروں کی پیاس کئی سال تک بھی سیکڑوں انسانوں کا خون پی کر بھی نہیں بجھتی تھی۔ اللہ پاک کے رسولؐ نے وہ سسٹم ڈیولپ کیا جس کے نتیجے اور جھل ہی ہے بلکہ بعض لوگ آپؐ کو سیاسی کہنے پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ سیاست کو دین سے متضاد کوئی مکروہ شے سمجھتے ہیں۔ اس کا بڑا نقصان یہ ہوا کہ دین اسلام بھی ایک مذہب و مسلک بن کر رہ گیا، اس کی عالمگیر اور ہمہ گیر حیثیت تقریباً ختم ہوگئی۔ سنتوں کے نام پر بھی داڑھی، ٹوپی، پاجامے کی پیائش اور نماز و وضو کی سنتیں یاد رہیں اور آپؐ کی بعثت کا وہ مقصد عظیم کہیں گم ہوگیا جو ایک سیاسی انقلاب کی شکل میں آپؐ نے حاصل کیا۔

> **مکہ مکرمہ میں تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کی تنصیب ایک خونریز حادثہ میں تبدیل ہونے والی تھی مگر نبی اکرمؐ کی سیاسی بصیرت نے اسے پرامن طریقے سے حل کردیا۔ اعلان نبوت سے قبل معاہدۂ حلف الفضول ایک سیاسی سوجھ بوجھ والا انسان ہی کرسکتا ہے جس کے نتیجے میں مکہ مکرمہ میں جزوی امن قائم ہوا۔**

جائزہ

کے طور پر آج بھی جس خطے میں اس سسٹم کا جتنا بھی حصہ نافذ ہے، لوگ اس کی برکتوں سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ عرب میں مغربی سازشوں کو اگر درکنار کردیا جائے تو امن و خوشحالی آج بھی موجود ہے۔

مکہ مکرمہ میں تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کی تنصیب ایک خونریز حادثہ میں تبدیل ہونے والی تھی مگر نبی اکرمؐ کی سیاسی بصیرت نے اسے پرامن طریقے سے حل کردیا۔ اعلان نبوت سے قبل معاہدۂ حلف الفضول ایک سیاسی سوجھ بوجھ والا انسان ہی کرسکتا ہے جس کے نتیجے میں مکہ مکرمہ میں جزوی امن قائم ہوا۔ اہل ایمان پر آزمائشوں کے دور میں حبشہ کی جانب ہجرت کا علم سیاسی دور اندیشی کا ہی نتیجہ تھا، جس نے اہل ایمان کو ایک آسرا بھی عطا کیا اور عظیم انسانی سرمایہ کی حفاظت بھی کی، مگر ہجرت حبشہ نہ ہوتی تو کمزوروں پر مظالم کے نتیجے میں اہل ایمان بڑی آزمائش میں مبتلا ہوسکتے تھے۔ ایک طرف آپؐ کو اہل اپنے چاہنے والوں پر مظالم دیکھ کر تکلیف محسوس کرنا اور دوسری طرف سعید رمیص کی مناسب ماحول کا انتظار کرنا۔ حضرت عمرؓ کے لیے قبول اسلام کی دعا سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سماج کے ٹھیلٹ پر آپؐ کی تعلیم نظر تھی، ہجرت مدینہ کے لیے رفیق سفر اور راستے کا انتخاب صرف ایک مجبوری نہیں سیاسی سمجھ بھی تھی۔ شب ہجرت اپنے بستر استراحت پر حضرت علیؓ کو آرام کرنے کا حکم صرف لاعلمی کی واپسی تک محدود نہ تھا بلکہ دشمنوں کو اس شب میں مشغول رکھنا تھا کہ بستر پر نبی اکرم محمدؐ موجود ہیں۔ دوران قیام مکہ مکرمہ کا عکاظ کا میلوں میں جا کر قبیلوں سے ملاقاتیں، طائف کا غیر معمولی سفر، بیعت عقبہ کے مراحل کہ سیاست کے صفحات میں ہی جگہ ملنا چاہیے۔ مدینہ پہنچ کر وہاں کے غیر مسلموں سے میثاق مدینہ ہندوستان کے سیکولر آئین کا سماج میں آج کے سیاسی رہنماؤں کے لیے ایک بیش قیمت نمونہ ہے۔ مواخاۃ کا نظام انسانی تاریخ کا اصول باب ہے جس نے چنگیزوں میں کئی مسائل حل کردیے۔ مدینے میں اپنی قیام گاہ کا انتخاب نوٹنی پر چھوڑ دینا محض کوئی اتفاق نہیں تھا بلکہ اپنی غیر جانب داری کا اعلان تھا۔ آپؐ کسی کا نام لے کر دوسرے ساتھیوں کی دل شکنی نہیں کرسکتے تھے۔ غزوہ بدر سے لے کر فتح مکہ تک تمام جنگی اسکیمیں آپؐ کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔ صلح حدیبیہ آپؐ کا ایک ایسا سیاسی قدم ہے جس نے فتح مکہ کی راہ کو آسان کردیا۔ بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے سے ذمیوں میں بھی آپؐ کی اخلاقی ساکھ قائم ہوئی۔ بادشاہوں کو خطوط لکھ کر نے ایک مصلح اور داعیؐ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک نبی اور نظام مملکت کے سربراہ کی حیثیت میں تحریر فرمائے تھے۔ ایک داعیؐ کو کسی سے جنگ کرنے کی نوبت نہیں آتی۔ جنگ صرف اسی صورت میں پیش آتی ہے جب آپ کسی کے اقتدار کو چیلنج کرتے ہیں اور نظام حکومت کی تبدیلی کا ہدف آپ کے پیش نظر رہتا ہے۔ نظام حکومت کی تبدیلی کا ہدف، معیشت و معاشرت کا نہیں بلکہ سیاست کا موضوع ہے۔

ماہ ربیع الاول کے اس مہینے میں گزارش ہے کہ مقررین اور مساجد کے ائمہ سے کہ وہ خاص طور پر آپؐ کی اس حیثیت کو اجاگر کریں تاکہ ہندوستان کے مسلمان یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ سیاست اور اقتدار کے حصول کے لیے کی جانے والی جدوجہد نہ صرف ہندوستان میں ان کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے بلکہ یہ سنت ہے اور جب یہ سنت ہے تو عبادت بھی ہے۔ البتہ آپؐ نے سیاست کے بھی کچھ اصول و آداب بتائے ہیں۔ آپؐ نے لیڈر کو قوم کے خادم سے تشبیہ دے کر اسے یہ پیغام دیا ہے کہ اسے یہ منصب انسانوں کی بھلائی کے لیے دیا گیا ہے، ان پر رعب جمانے کے لیے نہیں۔ آپؐ نے ہر قسم کی عصبیت کو بالائے طاق رکھ کر عالم انسانیت کی فلاح کا وژن پیش کیا اور یہ تعلیم دی کہ ایک رہنما اور لیڈر کو ہر عصبیت سے پاک ہونا چاہیے۔ قول و عمل میں یکسانیت کا نمونہ پیش کر کے آپؐ نے سیاست کو تقدس عطا کیا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی پسماندگی کی اصل وجہ یہی ہے کہ انھوں نے رسول اکرمؐ کو صرف ایک واعظ کی حیثیت میں دیکھا، ایک سیاسی مدبر، ایک ماہر منتظم و حکمراں کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔ حالانکہ زبان سے دعویٰ یہی کیا کہ آپؐ کی سیرت اور اسلام کی تعلیمات تمام شعبہ زندگی پر محیط ہیں۔

hilalmalik@yahoo.com

آئینہ

ضمیر ہاشمی

احتجاجوں کے طریقوں میں تو یہ سب عام ہے
راستوں کو جام کرنا، روک دینا ریل تک
کر چکے ہیں سب وہی، جو کر رہے ہیں اب کسان
ہر شکایت یا حمایت ہے سیاسی کھیل تک

نوٹ: ادبی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آراء ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ ان کیلئے کسی طرح ذمہ دار نہیں ہے۔

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

اخلاصِ عمل کی افادیت

رفیق عالم ریاضی - ارریہ، بہار

مکرمی!

اخلاص ایک ایسا وصف ہے جس کا تعلق قلب انسانی سے ہے۔ نیک نیتی، دلوں کی طہارت، زبان کی نفاست اور اعمال و احوال کی درستگی کا نام اخلاص ہے، کسی عمل کو لوگوں کی وجہ سے ترک کرنا یا کوئی کام لوگوں کے لیے کرنا اخلاص کے منافی امور ہیں۔ مسئلہ سعادت کا ہو یا اعمال کا بغیر اخلاص کے بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں، اخلاص حصول سعادت دارین کا باعث، مصائب و مشکلات سے نجات کا سبب ہے، نیک نیتی نیک نامی کا ضامن اور ترقی کا زینہ ہے، اگر انسانی ارادوں میں صداقت و خلوص کے روحانی جذبات موجود ہوں تو یقینی طور پر کامیابی قدم بوس ہوگی، ایسا فرد زندگی کے ہر شعبہ اور عمل کے ہر میدان میں اعلیٰ مقام پا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامی کے دونوں مصادر قرآن مجید اور کتب احادیث مبارکہ میں اس تعلق سے کافی نصوص و تنبیہات ملتی ہیں۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ ’تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے‘۔ (متفق علیہ) ایک اور حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورت دیکھتا ہے اور نہ ہی جسمانی ہیئت کو بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کے جذبات کو دیکھتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے نزدیک صالح عزائم کی بڑی قدر ہے اور یہ حقیقت ہے اور اہل دنیا بھی اس کے قائل و معترف ہیں کہ جیسی نیت ہوتی ہے اسی قدر نتائج نکلتے ہیں، اس لیے ہمیں ہر کام و ذمہ داری مخلصانہ طور پر انجام دینے کی اشد ضرورت ہے۔

ایک پیغام سربراہان معاشرہ کے نام

رفیق عالم ریاضی - ارریہ، بہار

مکرمی!

آج ہمارا معاشرہ کئی طرح کی برائیوں میں ملوث ہے، ذخیرہ اندوزی، چیزوں میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، آپسی چپقلش، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی مذموم کوشش، لوٹ مار، قتل و غارت گری، زناکاری، عصمت دری، ڈاکہ زنی و شراب نوشی، اغوا کاری، وعدہ خلافی، خیانت و بدیانتی، جھوٹ و بے ایمانی، چغل خوری، بہتان و الزام تراشی، غیبت و رشوت خوری، جہاز بازی اور سود خوری وغیرہ۔ اب سوال یہ ہے کہ معاشرے کی اصلاح کیسے ہو؟ تو مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں اس کا عملی جواب یہ ہے کہ سربراہان معاشرہ اور عمائدین قوم و ملت پہلے اپنے کردار کو مضبوط کریں اور صرف ایک ایک برائی کو چھوڑنے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی ساتھ بلند اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دھیرے دھیرے کو چھوڑنے کی ترغیب دیں تو ان شاء اللہ العزیز معاشرہ بتدریج اصلاح کی راہ پر گامزن ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پہلے اپنی پھر قوم و ملت کے اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد ہاشم اعظمی مصباحی - نوادہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

سرسید احمد خاں کی خدمات ناقابل فراموش

محمد عالم ریاضی - ارریہ، بہار

مکرمی!

17 اکتوبر 1817 کو دہلی کے ایک سادات خاندان میں پیدا ہونے والے سرسید احمد خاں کی قوم و ملت کے لیے بیش بہا خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ سرسید احمد خاں ایک درد مند مصلح، مایہ ناز عالم، دوراندیش، دینی و عصری علوم کے ماہر عظیم فلاسفر، بلند پایا اسکالر اور اس ملک کی عظیم درسگاہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی تھے۔ سرسید احمد خاں نے جمود و تعطل کے شکار مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے ان کے اندر علمی تحریک پیدا کرنے، تعلیمی بیداری لانے اور ان کے اندر سے جہالت و ناخواندگی کو دور کرنے میں بے مثال و لازوال کردار ادا کیا۔ 1875 میں محمڈن اینگلو اورینٹل اسکول کا قیام کیا جو آج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ سرسید احمد خاں کو سچا خراج عقیدت یہ ہے کہ ان کی بیش بہا خدمات کو دیکھتے ہوئے ان کے مشن کا حصہ بنتے۔ آج مسلمان جن حالات سے گزر رہے ہیں، ان سے نکلنے کا واحد ذریعہ سرسید احمد خاں کے ذریعہ بتایا گیا راستہ ہے۔

17 اکتوبر کو سرسید ڈے منایا گیا، لیکن اس عظیم شخصیت کے لیے ایک دن کو مختص کرنا مناسب نہیں، بلکہ ہر دن کو سرسید ڈے مانتے ہیں، ان کے تعلیمی مشن کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے اور اس میں ہی فلاح ہے۔

ڈاکٹر حنا کوثر - شاہین باغ، اوکھلا، نئی دہلی-25

سہارا ڈپازٹس کیوٹی کیشن کیلئے بنڈو بیشر ضیاء قادری نے سہارا انڈیا مس کیوٹی کیشن پریس C-2,3,4، سیکٹر-11 نوئیڈا میں چھپوا کر اور 705-706، ساتویں منزل، نورگ ہاؤس، 21 کے جی مارگ، نئی دہلی سے شائع کیا۔
For Sahara India Mass Communication Printed & Published by Zia Qadri, Printed at C-2, 3, 4, Sector-11, Noida and published from 705-706, VIIth Floor, Navrang House, 21 K.G. Marg, New Delhi
Chief Executive Officer & Editor in Chief : Upendra Rai چیف ایگزیکیٹو آفیسر و ایڈیٹر ان چیف: اپیندر رائے
Resident Editor: Md. Fakhre Imam * ریزیڈنٹ ایڈیٹر: محمد فخر امام Group Editor: Ismail Zafar Khan (ismail.zafarkhan@gmail.com) گروپ ایڈیٹر: اسمٰعیل ظفر خان
For Editorial/News: rsahara1@gmail.com ■ Advertisement (National): ■ 0-9891773434, 9899452476 Email: adsahara@gmail.com
ٹیلی فون نمبر دہلی دفتر: 011-23352369, 23352368 ٹیلی فون نمبر نوئیڈا آفس: 0120-2444755, 2598419 سرکولیشن: 0120-2598274
www.roznamasahara.com R.N.I. No.71627/99 Roznama Rashtriya Sahara (New Delhi) Regd.: UP/GBD-208/2021-2023 سال: 22 شمارہ نمبر: 65569
* اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار